ادیم نقوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جہاد فی اللہ

ادیم نقوی

حزب الطالبین۔ کراچی

تصنیف : آدیم نقوی

کتابت : سید تہذیب حسین نقوی

ناشر
ایس-۱-اے رضوی ۱۵-ایف بلاک ۲
پی-ای-سی-ایچ-ایس کراچی
فون نمبر: ۴۰۰۸۱۷۶۷

مطبوعہ : ایس وی پرنٹرز علی بستی گلبہار کراچی

تعداد
یک ہزار

قیمت :

ملنے کا پتہ : صدر دفتر حزب الطالبین
۲-۱۵-ایف بلاک ۲ پی-ای-سی-ایچ-ایس
کراچی- پاکستان

سید منظر حسین موسوی کلب سید اینڈ کوثر ٹریڈ اینڈ انڈسٹری ہاؤس ۱۴ وی نیشنل
روڈ کراچی ۲ فون: ۲۳۱۸۴۸۲ / ۲۳۱۸۴۸۳ / ۲۰۵۰۳۷
سید محمد عباس رضوی ۹۹۲ علی بستی گلبہار کراچی فون: ۶۶۸۸۴۳۹+
۶۶۳۷۶۰۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تمہید

قبل اس کے کہ اس مضمون کو شروع کیا جائے اس کی ضرورت ہے کہ بعض الفاظ و کلمات کی حقیقی تشریح کر دی جائے اور بعض حقائق کے راز کھول کر بیان کر دیئے جائیں تاکہ ناظرین کو رسالہ کے اصل مضمون کے سمجھنے میں دقت نہ ہو۔

پہلے بسم اللہ ہی کو لے لیں کہ آج تک اس کا ترجمہ یہی کیا جاتا رہا ہے "شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔" حالانکہ کوئی لفظ ایسا نہیں جس کے پیشِ نظر "شروع کرتا ہوں" ترجمہ کیا جائے۔ اگر ہم زبان کا محاورہ دیکھیں۔ ایک شخص دوسرے سے پوچھے میری کتاب کہاں ہے؟ دوسرا جواب دے "بزید" تو اس کا ترجمہ ہوگا "زید کے پاس ہے۔" لہٰذا محاورے کے مطابق بسم اللہ کا ترجمہ ہوتا ہے۔ "اللہ کے نام سے ہے۔" اب سوال یہ پیدا ہوگا کہ کیا ہے؟ تو جب "ہے" کے علاوہ یہاں کچھ ہے ہی نہیں تو ہونا یا ہستی ہی اس کا جواب ہو سکتا ہے۔ یعنی ہر شے کا وجود اللہ کے نام سے ہے۔

اب دیکھنا ہے کہ اللہ کے نام سے کیا مراد ہے تو فرامینِ ائمہ معصومین علیہم السلام سے حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔ چنانچہ مشہور حدیث ہے ... نحن ... اسماء اللہ"

(ہم اللہ کے نام ہیں) اگر اس پر غور کریں کہ اسم ہوتا کیا ہے تو اسکی یہی تعریف ہو سکتی ہے کہ وہ ایک کلمہ ہے جس سے کسی ذات کو پہچانا جا سکے۔ لہٰذا وہ ذات یا ذواتِ مقدسہ جو ذریعہ معرفتِ حق ہیں اسمارِ الٰہی یا اسم اللہ کہلانے کے مستحق ہیں۔

اب لائقِ غور یہ امر ہے کہ نحن (ہم) سے کیا مراد ہے جب کہ وحدت ہی وحدت ہے اور سب ایک ہی ہیں۔ لہٰذا نحن سے بھی انائے مطلق ہی مراد ہے یعنی وہ نورِ کائنات جو اوّلِ مخلوق اور علتِ تخلیقِ کائنات ہے۔

اب بسم اللہ کے معنی یہ ہوئے کہ کائنات کی ہر شئے اس نور سے ہے جو اوّلِ مخلوق ہے اور اس زمانے میں تو سوائے بے خبر جاہلوں کے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں۔ اس لئے کہ طبعیات کا یہ نظریہ مقبول ہو چکا کہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ غیر مرئی نوری شعاعوں سے پیدا ہوا ہے اور ہر ذرّے میں نوری شعاعیں موجود ہیں۔ اگر وہ شعاعیں اس سے نکل جائیں تو وہ ذرہ فنا ہو جائے۔ لہٰذا یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ موجودات کے ذرّے ذرّے کا باعث وجود و بقا وہ نور ہے جو اللہ کا نام ہے اور یہی رحمانیت ہے۔

اب صرف کلمہ رحیم رہ جاتا ہے۔ تو رحم کے معنی ہیں تربیت اور تربیت کے تفصیلی معنی یہ ہیں کہ کسی ناقص وجود کو اپنی نگرانی میں لے کر اس کی بتدریج پرورش کر کے کمال تک پہنچانا۔ تو رحیم کے معنی ہوئے "وجودہائے ناقص کو اپنی نگرانی میں بتدریج کمال تک پہنچانے والا"۔

اب ہم تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا ترجمہ یہی لکھ سکتے ہیں۔

"ہر شے اللہ کے نام سے ہے جو رحمٰن (باعث وجود و بقائے اشیاء) اور

ہے (ناقص کو کامل بنانے والا) ہے۔

اکثر اشخاص یہ سوال کریں گے کہ انسان کو نگرانی میں لے کر کمال تک پہنچانے سے کیا مراد ہے اور کمال کا مطلب کیا ہے۔ تو اس کے لئے حدیث قدسی دیکھیں

عبدی اطعنی اجعلک مثلی انا حیٌّ لا اموت اجعلک حیاً لا تموت انا غنیٌّ لا افتقر اجعلک غنیاً لا تفتقر انا مھیمن مھما اشاء اکن اجعلک مھیمناً مھما تشاء تکن ۔

ترجمہ (میرے بندے میری اطاعت کر تجھے اپنے جیسا بنا لوں گا۔ میں ایسا زندہ ہوں جو مرتا نہیں تجھے بھی ایسا زندہ بنا دوں گا کہ تو کبھی نہیں مرے گا۔ میں ایسا غنی ہوں جسے کوئی احتیاج نہیں تجھے بھی ایسا غنی بنا دوں گا کہ تجھے کوئی احتیاج نہ رہے۔ میں ایسا ارادہ کرنے والا ہوں کہ جس چیز کو چاہتا ہوں کہ ہو جائے وہ ہو جاتی ہے۔ تجھے بھی ایسا ارادہ کرنے والا بنا دوں گا کہ تو جس چیز کو چاہے وہ ہو جائے) دوسری حدیث ملاحظہ ہو۔

"عبدی اطعنی اجعلک مثلی فتقل لشیٍ کن فیکون" (میرے بندے میری اطاعت کر تجھے اپنے جیسا بنا لوں گا پس تو جس چیز کو کہے کہ ہو جا وہ ہو جائے گی)

یہاں یہ امر لوگوں کے لئے پریشانی کا باعث ہو جائے گا کہ ان حدیثوں میں مثلی سے کیا مراد ہے اور اس کا کیا مطلب ہے کہ میں تجھ کو اپنا جیسا بنا لوں گا۔ توحید اہلبیت پر نظر رکھنے والے کو تو کوئی پریشانی ہو ہی نہیں سکتی۔ اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ اہلبیت نے جس خدا کی بندگی کا حکم دیا ہے وہ منزہ عن الصفات ہو

یعنی ہر صفت سے پاک ہے اور جو صفات خدا سے منسوب کی جاتی ہیں وہ اس کی مخلوق انسانِ کامل کی صفات ہیں۔ اور وہ اس ذات کی طرف اس لئے منسوب کی جاتی ہیں کہ انسان اس کی طرف توجہ کر سکے۔ ورنہ مُطابق اصولِ فطرت انسان بغیر کسی کلیے کے توجہ کر ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا اپنا جیسا بنا لوں گا سے یہی مراد ہو سکتی ہے کہ میں تجھ کو ایسا بنا لوں گا جیسا تو مجھ کو سمجھتا ہے۔ یعنی جو صفات تو میری طرف منسوب کرتا ہے وہ تجھے بخش دوں گا یا تجھے اُن سے متصف کر دوں گا۔ پس صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہو جانا ہی کمالِ عبدیت ہے۔

اب حضرت صادقِ آلِ محمد صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ کی اس حدیث کا سمجھنا سہل ہو جائے گا۔ حضرت نے فرمایا۔ لَنَا مَعَ اللّٰہِ حَالَاتٌ نَحْنُ فِیْہَا ھُوَ، وَھُوَ فِیْہَا نَحْنُ۔ مع ذَالِکَ ھُوَ ھُوَ وَنَحْنُ نَحْنُ ترجمہ (ہمارے اللہ کے ساتھ ایسے حالات بھی ہوتے ہیں جس میں ہم وہ ہوتے ہیں اور وہ ہم ہوتا ہے بایں ہمہ وہ وہ ہی ہے اور ہم ہم ہی ہیں)

اس حدیث سے بہت سے حضرات تو وحشت میں مبتلا ہو جائیں گے، سوائے ان کے جو قرآن کے مفاہیم میں غوطہ لگانے والے ہیں۔ اور کچھ اصولِ فطرتِ انسانی اُن کے ادراک و شعور میں آ چکے ہیں۔ جو آیاتِ مندرجہ ذیل کے مفاہیم کو سمجھتے ہیں۔

(۱) نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد (ہم اس سے (انسان سے) اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں)۔

(۲) اِنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِہٖ (بے شک اللہ آدمی اور اس کے

دل کے درمیان حائل ہے)

اب جبکہ یہ نظریہ علمِ طبعیات میں بھی تسلیم کر لیا گیا ہے۔ کہ غیر مرئی تخلیقی نوری شعاعیں یونیورس (UNIVERSE) میں ہر جگہ اور ہر ذرّے میں موجود ہیں اس نور کی جان ذاتِ خالق ہے لہٰذا شعاعوں کا موجود ہونا گویا خود اُس کا موجود ہونا ہے۔

قلب انسان کے چاروں طرف نوری شعاعوں کے حلقے موجود ہیں جو قوتِ ادراک کی ترقی سے شعور میں آجاتی ہیں۔ مگر جب تک نفس پر غفلت چھائی ہوئی ہے۔ اُس وقت تک اُن کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ اس امر کے ثبوت کے لئے کہ قلب انسان کو نوری شعاعیں گھیرے ہوئے ہیں اصولِ کافی میں متعدد احادیث موجود ہیں۔ جن سب کا مفہوم یہی ہے کہ نورِ ایمان ہر مومن کے قلب میں آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ پس اگر ان شعاعوں کا قلب انسان سے اتصال کامل ہو جائے تو صفاتِ الٰہیہ کا مظہر بن جائے گا۔ نورانیت کے غلبہ کامل کے وقت جو کام بندے سے صادر ہوگا۔ وہ خالق کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ اور اُسی کا کام ہوگا۔ مثلاً

(۱) وما رمیتَ اذ رمیتَ ولٰکنّ اللہ رمیٰ (اور تو نے تو کنکریاں نہیں پھینکی تھیں جب تو نے پھینکیں بلکہ وہ تو اللہ نے پھینکی تھیں)

(۲) اِنَّ الذین یبایعونک تحت الشجر انما یبایعون اللہ یدُ اللہ فوقَ ایدیھم (اور جنھوں نے تمہاری بیعت کی درخت کے نیچے انھوں نے تو حقیقت میں اللہ کی بیعت کی۔ اُن کے ہاتھ پر تو اللہ کا ہاتھ تھا) اور فرمان امیر المومنین ؑ ہے۔

ماقلعت باب خیبر بقوۃ جسمانیہ ولکن بقوۃ ربانیہ ۔

ترجمہ (میں نے باب خیبر قوتِ جسمانی سے نہیں بلکہ قوتِ ربانی سے اکھاڑا)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نوری شعاعوں کے موجود ہونے کا انسان کو ادراک یا شعور کیوں نہیں ہوتا ۔ تو یہ خود انسان کی اپنی ہی غلطی ہے ۔ تمام دنیا کے ماہرینِ علمِ نفس اس امر پر متفق ہو گئے ہیں کہ نفس انسان خارجی دنیا کے لئے نیم شعوری یا تحت الشعوری کیفیت میں ہے مگر اپنے باطن کے لئے قطعی لاشعور ہے۔ دنیا والے تو اس حقیقت پر اب پہنچے ہیں ۔ مگر رسولِ کریم اور قرآن نے تیرہ سو سال پہلے اس سے خبردار کر دیا تھا ۔ جیسا کہ حضور کا ارشاد ہے ۔ النّاس نیامٌ اِذا ماتوا انتبھوا (لوگ سوئے ہوئے ہیں جب مریں گے تو جاگیں گے) اور قرآن نے بیان کر دیا ۔ الھٰکم التکاثر حتیٰ زرتم المقابر (تمہیں تو ہوس (بڑھوتری کی چاہ) ہی نے غفلت میں رکھا ۔ یہاں تک کہ تم قبروں سے ملے) ۔ اور اس غفلت و لاشعوری کے لئے کسی منطقی دلیل کی ضرورت نہیں ہے ۔ ہر شخص حتیٰ کہ ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ جتنے افعال اضطراری جسم میں ہو رہے ہیں مثلاً قلب کی حرکت، جگر معدہ اور گردوں کا کام وغیرہ یہ سب نفس کے کام ہیں ۔ ان کا فاعل خود نفس ہے۔ مگر ان میں سے کسی ایک فعل کا بھی خود اس کو شعور نہیں، اور ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ کسی مقرر کی تقریر سنتے ہوئے ہر کلمہ اور ہر لفظ کے لئے اس کے مفہوم کی کیفیت یا تصویر نفس میں ابھرتی ہے جو فوری طور پر حضرتِ نفس اپنے مدرکات کے خزانوں سے نکال کر لاتے اور اس سے ملاتے چلے جاتے ہیں ۔ مگر نفس اپنے اس عمل سے بے خبر ہے ۔

انسان کی تمام غلطیوں مصیبتوں حتیٰ کہ غیر فطری اموات کا باعث بھی یہی لاشعوری ہے اور رسول کی بعثت کا مقصد نفسِ انسانی کو اس نجاستِ لاشعوری سے پاک کر کے صفاتِ الٰہیہ سے متصف کرنا ہے۔

اب سوچیں اور غور کریں کہ غفلت کے دفع کرنے کا ذریعہ کیا ہو سکتا ہے۔ ایک غافل سوئے ہوئے شخص کو جب تک اذیت نہ پہنچے غفلت کی نیند سے جاگنا ممکن نہیں۔ لہٰذا سوئے ہوئے نفس کو جگانے کے لیے اذیتِ روحانی اور درد کی ضرورت ہے۔ اسی لئے محبوبِ خدا اشرف الانبیاء نے اپنے متوسلین کے نفوس کو درد اور تڑپ مہیا کرنے کے لئے اپنی اولاد کو قربانیوں کے لیے وقف کر دیا۔ اور سیکڑوں برس تک بنی فاطمہ کی قربانیاں ہوتی رہیں۔ کلام پاک میں قربانیاں دینے کے لئے صاف و صریح احکام موجود ہیں۔ اب مسلمان حیرت زدہ ہو کر پوچھیں گے کہ وہ احکام کہاں ہیں تو ایک سورہ کوثر ہی کو دیکھ لیں۔ انا اعطینٰک الکوثر ہ فصل لربک وانحر ہ ان شانئک ھو الابتر ہ (ہم نے تمھیں کثرتِ نسل عطا کی پس صلوٰۃ کو اپنے رب کے لئے قائم کرو اور قربانیاں دیتے رہو۔ یقیناً تمہارا دشمن مقطوع النسل ہوگا۔ (یعنی وہ قوم جو قربانیوں کا ذریعہ ہوگی اُس کی نسل دنیا میں باقی نہ رہے گی)۔

اب سورہ کے کلمات پر علیحدہ علیحدہ غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کوثر کا مفہوم دیکھیں۔ اس کی شرح میں مولوی فرمان علی نے بحوالہ صواعق محرقہ (ابن حجر عسقلانی) اس کا مفہوم خیر کثیر یعنی کثرتِ اولاد نقل کیا ہے۔

اب صلوٰۃ کے مفہوم کے لئے حاشیہ مقبول ترجمہ دیکھئے کہ جب آیت واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ نازل ہوئی۔ صحابہ نے پوچھا کہ صبر و صلوٰۃ کیا [illegible] آنحضرتؐ نے

فرمایا کہ میں صبر ہوں اور علی صلوٰۃ ہیں۔ اور امیر المومنین کا ارشاد ہے انا صلوٰۃ المومنین (میں مومنوں کی صلوٰۃ ہوں) لہٰذا صلوٰۃ کا حقیقی مفہوم حبِ علی یا حبِ اہلبیت ہے۔ یہی حبُ اللہ ہے جو اُس وقت حاصل ہوتی ہے جب نور کا ادراک ہو جائے۔ اسی کے لئے رسولِ کریم نے حکم دیا۔ طلب العلم فریضۃ علی کل مومنٍ و مومنۃٍ (طلبِ علم ہر مومن اور مومنہ پر فرض ہے) اور علم کی تعریف یہ بتائی العلم نورٌ یقذفُ اللہُ فی قلب من یشاء (علم وہ نور ہے جو اللہ ڈالتا ہے جس کے دل میں وہ چاہے)

اب تو واضح ہو گیا کہ نورِ حب اللہ کی طلب ہر مومن و مومنہ پر لازم و واجب ہے۔ یعنی یہ خواہش ہونی چاہیئے کہ وہ نوری شعاعیں جو قلب کو گھیرے ہوئے ہیں اُن کا ادراک و شعور ہو جائے جس کا ذریعہ قلب میں درد و تڑپ کا پیدا ہونا ہے اسی لئے حکم دیا جا رہا ہے کہ صلوٰۃِ حقیقی قائم کر یعنی نورِ حبِ اہلبیت مومنین کے دلوں میں چمکا دو۔ جس کے لئے لازم ہے کہ قربانیاں (اپنی اولاد کی) دیتے رہو۔ قربانیوں کا حکم کثرتِ نسل کی بشارت کے بعد دیا جا رہا ہے۔ لہٰذا یہ قربانیاں بھی اولاد رسول ہی کی قربانیاں ہو سکتی ہیں۔ اونٹ بھیڑ، بکریوں کی نہیں اب تو واضح ہو گیا کہ اس سورہ میں رسول سے کہا جا رہا ہے کہ ہم نے تم کو کثرتِ نسل اسی لئے عطا کی کہ نفوس کو نور کا ادراک و شعور عطا کرنے کے لئے درد و تڑپ کا سامان اپنی نسل کی قربانیوں سے مہیا کرو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جہاد فی اللہ

یہ کلمہ جہاد فی اللہ یعنی اللہ میں جہاد، تمام کلام اللہ میں صرف ایک جگہ سورہ حج کے آخری رکوع میں استعمال ہوا ہے۔ رکوع کے پہلے حصے میں تو تمام لوگوں سے کہا گیا ہے کہ دیکھو وہ غیر اللہ یا خدا کے غیر جن کو تم پکارتے ہو ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے اگر وہ سب یکجا جمع بھی ہو جائیں اور بنانا تو بڑی بات ہے وہ ایسے عاجز ہیں کہ مکھی اُن سے کچھ چھین لے جائے تو اسے واپس بھی نہیں لے سکتے پس جو ایسے بے بس ہوں جو مکھی، مچھر اور کیڑے مکوڑوں سے بھی زیادہ عاجز ہوں تو اُن کو پکارنے والے کیسے حقیر اور ذلیل ہوں گے۔ یہ تو اللہ کے غیروں کا ذکر تھا۔ اب اللہ کے اپنوں کا ذکر دیکھئے یعنی وہ لوگ جن کو معیت اللہ حاصل ہوتی ہے تو وہ کیسی قوتوں کے حامل ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عیسیٰؑ کا قول کلام اللہ میں موجود ہے۔ انی اخلق لکم من الطین کہیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیراً باذن اللہ۔ ترجمہ:- میں خلق کروں گا تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی صورت اور اس میں پھونکوں گا اور وہ ہو جائے گا پرندہ اللہ کے حکم سے۔

پس جو اللہ والے یا اللہ کے اپنے ہوتے ہیں۔ اُن کو ہر شئے پر قدرت حاصل ہوتی ہے چنانچہ حضرت صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں جو کچھ اللہ کر سکتا ہے وہ باذن اللہ ہم کر سکتے ہیں۔ اب اس رکوع کا آخری حصہ دیکھیں۔

یا ایھا الذین اٰمنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون ۝ وجاھدوا فی اللہ حق جھادہٖ ط ھو اجتبٰکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ۔ ملۃ ابیکم ابراھیم ط ھو سمّٰکم المسلمین من قبل و فی ھذا لیکون الرسول شھیدا علیکم وتکونوا شھداء علی الناس فاقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ واعتصموا باللہ ط ھو مولٰکم ج فنعم المولٰی ونعم النصیر ۝

اے ایمان والو رکوع کرو اور سجدہ کرو اور عبادت کرو۔ اپنے ربّ کی اور بھلائی کرو تا کہ تم فلاح پاؤ اور اللہ میں جہاد کرو جو جہاد کا حق ہے۔ اس نے (اللہ نے) تمھیں منتخب کر لیا ہے اور تمہارے لئے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی تمہارے باپ ابراہیم کی ملّت اس نے تمہارا نام مسلم رکھا پہلے سے اور اس (قرآن) میں بھی تا کہ رسول تم پر شہید (گواہ) ہو اور تم لوگوں پر شہید ہو۔ پس صلوٰۃ قائم کرو۔ اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو مضبوط پکڑ لو۔ وہ تمہارا مولا ہے۔ کتنا اچھا مولا اور کیا ہی خوب مددگار۔

ان آیات میں کچھ ایمان والوں سے کہا جا رہا ہے کہ اللہ میں ایسا جہاد کرو جو حق ہے جہاد کرنے کا۔ یعنی جہاد کرنے کی جو حد ہو سکتی ہے۔ وہاں تک پہنچا دو۔ ان کی تلاوت سے چند سوال ذہن میں پیدا ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ یہ کون

ایمان والے ہیں جن سے خطاب کیا جا رہا ہے دوسرے یہ کہ وہ جہاد جسکا ذکر کیا گیا کونسا جہاد ہے۔ تو اس کے متعلق ایک اشارہ مولوی فرمان علی کے ترجمے کے حاشیہ صفحہ ۴۴۵ میں ملتا ہے جو درج ذیل ہے۔

ابن مردویہ نے عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا کہ ہم قرآن میں یہ آیت (جس طرح تم نے شروع میں جہاد کیا اُسی طرح آخیر زمانہ میں جو حق جہاد کرنے کا ہے خدا کی راہ میں جہاد کرو) نہ پڑھتے تھے؟ میں نے کہا بیشک پڑھتے تھے۔ مگر وہ زمانہ آخر کب ہو گا تو حضرت عمر نے؟ فرمایا کہ جس زمانے میں بنی اُمیہ حاکم ہوں گے اور مغیرہ کی اولاد وزیر ہو گی اور بیہقی نے بھی اس روایت کو ذکر کیا ہے دیکھو در منثور جلد ۴ صفحہ ۳۷۱ مطبوعہ مصر۔ اور یہ ظاہر ہے کہ مغیرہ کی اولاد یزید کے زمانے میں وزارت پر فائز تھی، کیونکہ سب سے پہلا جس شخص نے معاویہ سے بیعت یزید کی تحریک کی اور لوگوں سے بیعت کرائی وہ مغیرہ کوفہ کا گورنر تھا۔۔۔

اس رکوع کے متن اور حاشیے سے اتنا اشارہ تو مل جاتا ہے کہ یہ جہاد ذبحِ عظیم کربلا میں پیش کرنا ہے۔ اور جن کو حکم ہو رہا ہے وہ فرزندانِ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ ہیں جن کا نام اسلام سے پہلے بھی مسلم تھا اور اب بھی مسلم ہے۔ اور وہ لوگوں کے اعمال کا مشاہدہ کرنے والے اور ہر شے پر شہید ہیں۔ اور رسول کریمؐ رحمۃ للعالمین اُن پر شہید ہیں یعنی وہ ذریتِ رسولؐ ہیں۔ مزید معلومات کے لئے سورہ بقرہ کے رکوع ۱۵ کی طرف رجوع ضروری ہے۔ ارشادِ باری ہے۔

وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ

اور جب آزمایا ابراہیم کو اس کے رب نے چند کلمات سے اور اس نے انہیں پورا کر دیا تو فرمایا میں تجھے سب

قال لاینال عھدی الظّٰلمین ۝ لوگوں کا امام بناؤں گا۔ عرض کیا (ابراہیم نے) اور میری اولاد میں سے بھی فرمایا (ہاں مگر) میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچیگا۔

ربِ اکبر نے حضرت ابراہیم کا چند کلمات سے امتحان لیا جو انھوں نے پورا کر دیا۔ تو ان کو امامتِ مطلقہ کی منزل پر سرفراز فرمایا۔ اس کے متعلق اصول کافی میں حضرت صادق علیہ السلام سے دو احادیث منقول ہیں۔ جن کا مفہوم حسبِ ذیل ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ اللہ نے ابراہیم کو عبد قرار دیا قبل اس کے کہ نبی قرار دیتا اور نبی قرار دیا قبل اس کے کہ رسول قرار دیتا۔ اور رسول قرار دیا قبل اس کے کہ خلیل قرار دیتا۔ پس جب یہ تمام کمالات و مدارج حضرت ابراہیمؑ کے لیے جمع ہو گئے تب فرمایا کہ اب میں تجھ کو تمام لوگوں کا امام مقرر کرتا ہوں۔ پس جب جناب ابراہیم پر اس امامتِ مطلقہ کی عظمت ظاہر ہوئی تو اپنی اولاد کے لیے بھی اُسی منصبِ امامتِ مطلقہ کی دعا کی۔ رب کی طرف سے خطاب ہوا کہ یہ منزلت ظالموں کو نہیں پہنچیگی۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ ظالمین سے کیا مراد ہے؟ تو قرآن اس کا جواب یوں دیتا۔

اِنّ الشرک لظلمٌ عظیمٌ (بیشک شرک بہت بڑا ظلم ہے) اور شرک کی بہت سی منزلیں ہو سکتی ہیں۔ شرکِ ظاہری جو کھلی ہوئی نجاست ہے۔ شرکِ باطنی جو پوشیدہ رہتا ہے۔ یہ باطنی نجاست ہے۔ اس کے بھی بہت سے مدارج ہو سکتے ہیں۔ جلی و خفی۔ اس کے متعلق رسالہ "خونِ ناحق" میں وضاحت ہو چکی ہے۔ شائقین وہاں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ امیرالمومنینؑ نے تو خفیف سے خفیف شرک کی بھی وضاحت فرما دی۔ تمام افعالِ اضطراری میں جو جسمِ انسان میں غیر ارادی اور لاشعوری طور پر ہوتے رہتے ہیں۔ صرف پلک جھپکانے کا عمل ایسا ہے جو ارادی طور پر خود بخود ہوتے

رہنے کے ساتھ ساتھ انسان کو اس پر اختیار بھی حاصل ہے۔ پس اگر فریضہ فطری جان کر ادائے فریضہ کے لئے بالارادہ پلک جھپکائی جائے تو عبادتِ حقیقی ہو گی ورنہ شرکِ خفی۔ اب تو واضح ہو جاتا ہے کہ اس شرکِ خفی یا ظلمِ خفی سے سوائے معصوم کے اور کوئی منزہ نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی ہے۔

ربِّ اجنبنی وبنیّا عن نعبد الاصنام (اے رب مجھے اور میرے بیٹوں کو اس امر سے محفوظ رکھ کہ ہم اصنام (بتوں) کی پرستش کریں)۔

اکثر لوگ تو یہاں بتوں سے پتھر لکڑی وغیرہ کے مجسمے مراد لیں گے۔ مگر یہاں بتوں سے مراد تمام خواہشات وجذبات نفسانی اور تمام احکامِ نفس شامل ہیں۔ جن کی لاشعوری طور پر تسکین وتعمیل کی جائے پس اس شرک سے معصوم ہی پاک ہو سکتا ہے۔

اب حضرت ابراہیمؑ کی دوسری دعا لے لیں جو آن فرزندانِ ابراہیمؑ کی جن کے لیئے جہاد فی اللہ کا حکم صادر ہوتا ہے۔ عصمت پر دلالت کرتی ہے۔

وَاذ یرفع ابرھیمُ القواعِدَ من البیتِ واسمٰعیلُ ط ربنا تقبل منّا انّک انت السمیع العلیمُ ہ ربّنا واجعلنا مسلمین لکَ ومن ذریتنا اُمّۃً مُّسلمۃً لکَ وارنا مناسکنا وتب علینا ج انک انتَ	اور جب اُٹھاتے تھے ابراہیم اور اسمٰعیل خانہ کعبہ کی بنیادیں (تو دعا کرتے تھے) ہمارے رب ہم سے (یہ خدمت) قبول کرلے بیشک تو ہی سننے اور جاننے والا ہے۔ ہمارے رب ہم دونوں کو اپنا مسلم بنالے اور

التواب الرحيم ٥ ربنا وابعث فیهم رسولا منهم یتلوا علیهم آیٰتک ویعلمهم الکتٰب والحکمة ویزکیهم انک انت العزیز الحکیم٥

ہماری ذریت میں سے ایک امت کو اپنا مسلم (بنالے) اور ہمیں ہمارے مناسک دکھادے اور ہماری توبہ قبول کرلے بیشک تو توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ اور ہمارے رب بھیج اُن میں ایک رسول انھیں میں سے جو اُن پر تیری آیات تلاوت کرے اور تعلیم دے اُن کو کتاب اور حکمت کی۔ بیشک تو زبردست حکمت والا ہے۔

ان آیات سے واضح ہوگیا کہ حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ اپنی اولاد میں ایسے افراد خلق کرنے کی دعا فرما رہے ہیں جو انھیں کی مثل مسلم ہوں۔ جن کی ایمان کی منزل وہی ہو جو اُن کی اپنی ہے اور یہ بھی عرض کر رہے ہیں کہ انھیں میں سے ایک کو رسول بنادے۔ اور ایک خاص امر یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ ایسے مومن ہیں جن کو اپنے ضمیر کے سوا کوئی اسلام کی طرف بلانے والا نہ تھا جیسا کہ دعا مذکورہ سے ایک ہی آیت بعد مذکور ہے۔ اذ قالَ لہ ربہ اَسلِم قالَ اَسلَمتُ لربِّ العالمین (جب اس کے رب نے اُس سے کہا اسلام لا۔ اُس نے کہا میں اپنے رب کے لئے مسلم ہوگیا)

پس یہاں جن فرزندانِ ابراہیمؑ کو جہاد فی اللہ کا حکم دیا گیا ہے وہ بھی ایسے ہی مسلم ہونے چاہئیں جن کو سوائے اُن کے ضمیر کے اور کوئی دعوتِ اسلام دینے والا نہ ہو۔ اس کے لئے سورہ آل عمران کا آخری رکوع دیکھیں۔ اس مین جہاد فی اللہ کی کچھ تفصیل مل جائے گی۔

اِنَّ فی خلقِ السمٰوٰتِ وَالارض و — بیشک آسمانوں اور زمین کی خلقت

اختلاف الیل والنھار لآیٰت
لاولی الالباب ۝ الذین یذکرون
اللّٰہ قیٰما وقعودا وعلیٰ جنوبھم
ویتفکرون فی خلق السمٰوٰت و
الارض ۚ ربنا ما خلقت ھٰذا باطلا ۚ
سبحٰنک فقنا عذاب النار ۝ ربنا
انک من تدخل النار فقد اخزیتہ ۖ
وما للظٰلمین من انصار ۝ ربنا
اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان
ان اٰمنوا بربکم فاٰمنا ۖ ربنا فاغفر لنا
ذنوبنا وکفر عنا سیاٰتنا وتوفنا
مع الابرار ۝ ربنا واٰتنا ما وعدتنا
علیٰ رسلک ولا تخزنا یوم القیٰمۃ ۖ
انک لا تخلف المیعاد ۝ فاستجاب لھم
ربھم انی لا اضیع عمل عامل
منکم من ذکر او انثیٰ ۚ بعضکم
من بعض ۚ فالذین ھاجروا
واخرجوا من دیارھم واوذوا
فی سبیلی وقٰتلوا وقتلوا لاکفرن عنھم

میں اور رات دن کے تغیر میں صاحبان
عقل کے لئے نشانیاں ہیں۔ جو یاد
کرتے ہیں اللہ کو کھڑے ہوئے بیٹھے
ہوئے کروٹ پر لیٹے ہوئے اور غور
کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کی خلقت
پر (اور کہتے ہیں) اے رب ہمارے
تو نے انھیں عبث خلق نہیں کیا تو
پاک ہے پس ہمیں آگ کے عذاب
سے بچا۔ اے رب ہمارے جسے تو نے
(جہنم کی) آگ میں داخل کیا۔ سو اس کو
رسوا کر ڈالا۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار
نہیں۔ اے رب ہمارے ہم نے ایک پکارنے
والے کو سنا پکارتے کہ اپنے رب
پر ایمان لے آؤ۔ پس ہم ایمان لائے۔
اے رب ہمارے ہمارے گناہ معاف
کر دے اور ہماری برائیاں ہم سے
دور کر دے اور ہمیں نیک لوگوں
کے ساتھ وفات دے۔ اے ہمارے
رب (اب) دے دے ہمیں جو ہم سے

سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ج ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝

وعدہ کیا تھا اپنے رسولوں سے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا۔ بیشک تو کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا پس اُن کے رب نے اُن کی دعا قبول کرلی۔ مَیں کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا مرد ہو یا عورت تمہارے بعض بعض میں سے ہیں وہ جنھوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور جنھوں نے قتال کیا اور قتل ہو گئے۔ میں البتہ اُن سے اُن کی برائیاں دور رکھوں گا اور انہیں جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی بدلا اُن کے رب کے پاس سے اور اللہ کے پاس اچھا بدلہ ہے۔

بعض متشککین سوال کرسکتے ہیں کہ جن صاحبان عقل کا اس رکوع میں ذکر ہے کیا وہ فرزندانِ ابراہیمؑ ہی ہیں تو اس کے لئے اس پر غور کریں کہ وہ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ اے رب ہم نے پکارنے والے کی پکار سنی کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ پس ہم ایمان لے آئے اس سے صاف واضح ہوجاتا ہے کہ رب کے اور ان بندوں کے درمیان اُن کو دعوت دینے والا سوائے اُن کے ضمیر کے کوئی نہیں ہے تو ایسے مسلم سوائے فرزندانِ ابراہیمؑ کے اور ہو ہی نہیں سکتے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اب ہمیں وہ عطا کردے جو تو نے اپنے رسولوں سے وعدے کئے ہوئے ہیں۔ اب تمام قرآن دیکھ جائیں کہ سوائے حضرت ابراہیمؑ کے اور کسی رسول سے اللہ تعالٰی نے کوئی وعدہ نہیں کیا۔ جب حضرت ابراہیمؑ کو امامت مطلقہ پر فائز فرمایا تو انھوں نے فوراً اپنی اولاد کے لئے بھی اس منزلت کی دُعا

وہاں تو ارشاد ہوا کہ یہ عہد ظالموں کو نہیں پہنچے گا یعنی اس عہد کے اہل سوائے معصومین کے اور کوئی نہیں یہ ہے وہ وعدہ جس کو ضمیر کی آواز پر ایمان لانے والے مومن یاد دلا کر وفا کرنے کی استدعا کر رہے ہیں۔ تو یہ سوائے رسول حزا الزماں اور اُن کے اہلبیت علیہم السلام کے اور کون ہو سکتا ہے۔ حضرت ابراہیم ہی نے طلب کیا تھا کہ ہماری نسل اُمت مسلمہ ہماری نسل میں پیدا کر دے۔ اور ان میں سے ایک کو رسول بنا دے۔ پس جب یہ فرزندان ابراہیمؑ وعدے کی وفا طلب کرتے ہیں۔ تو ارشاد ہوتا ہے اُن کے رب نے ان کی بات مان لی اور قبول کر لی۔ پھر اُن کی صفت یہ بھی بیان کی کہ تمہارے بعض بعض میں سے ہیں۔ احادیث دیکھنے والا تو فوراً سمجھ لے گا کہ یہ سوائے پنجتن کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد رکوع میں جہاد فی اللہ کی کچھ تفصیل بھی آتی ہے کہ اس میں کیا کیا امور شامل ہیں۔

۱۔ ہجرت۔ گھر سے نکالا جانا۔

۲۔ ہر طرح کی بلائیں اور مصیبتیں راہِ خدا میں برداشت کرنا۔

۳۔ قتال بالسیف۔ تلوار سے دشمنوں سے لڑنا۔ پھر خود بھی قتل ہو جانا۔ قتال کی بھی کھلی اجازت نہیں ہے کہ اپنی طاقت بھر دشمنوں کو قتل کر سکیں۔ بلکہ حکم ہے کہ صبر کرتے رہیں۔ اور اپنے ساتھیوں اور اصحاب کو بھی پہلے قتال کی اجازت نہ دیں بلکہ اُن کو صبر کی ہدایت کریں۔ اس لئے کہ اس قتال کا مقصد مقصود دشمنوں کو قتل کرنا نہیں ہے بلکہ اپنی قربانی پیش کرنا ہے۔ اگر ناظرین کو خیال ہو گا کہ جہاد فی اللہ یہیں ختم ہو جاتا ہے۔ یہ خیال صحیح نہیں ہے قتال کے بعد بھی کچھ کرنا ہے جس کی تفصیل سورۂ مزمل میں ملیگی۔

اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَنِصْفَہٗ وَثُلُثَہٗ وَطَآئِفَۃٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَکَ ط وَاللّٰہُ یُقَدِّرُ الَّیْلَ وَالنَّہَارَ ط عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْہُ فَتَابَ عَلَیْکُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ مِنْکُمْ مَّرْضٰی وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْہُ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا ط وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ ھُوَ خَیْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ط وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

بیشک تیرا رب جانتا ہے کہ تو کھڑا رہتا ہے تقریباً دو تہائی رات اور نصف رات اور تہائی رات اور ایک چھوٹا سا گروہ ان لوگوں کا جن کو تیری معیت حاصل ہے اور اللہ ہی رات اور دن کا اندازہ کر سکتا ہے جانتا ہے کہ تم اس پر حاوی نہیں ہو سکتے پس وہ تمہاری طرف متوجہ ہوا

پس پڑھو جو تم آسانی سے پڑھ سکتے ہو قرآن میں سے۔ وہ جانتا ہے کہ تم میں سے مریض ہوں گے اور دوسرے مارے مارے پھریں گے زمین میں اللہ کا فضل تلاش کرتے اور دوسرے جو اللہ کی راہ میں قتال کریں گے۔ پس پڑھو جو کچھ تم اس میں سے آسانی سے پڑھ سکتے ہو اور صلوٰۃ قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو قرضِ حسنہ دو اور جو بھی بھلائی تم اپنے نفسوں کے لئے آگے بھیجو گے اُس بھلائی کو اللہ کے پاس پاؤ گے بہتر اور بزرگ تر صلہ اور اللہ سے مغفرت چاہو بیشک اللہ غفور الرحیم ہے

یہاں ایک چھوٹے گروہ کا ذکر ہے جس کو رسول کی معیت حاصل ہے اور یہ امر واضح ہے کہ سوائے اہلبیت کے اور کسی کو معیتِ رسول حاصل نہیں تو اہل بیت سے خطاب کرکے یہ کہا جا رہا ہے کہ اللہ جانتا ہے تم میں مریض ہوں گے۔ اب مریض کی نشان دہی کی جا رہی ہے کہ اُس کے ساتھ کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو رضائے الٰہی کے لئے زمین میں مارے مارے پھریں گے۔ کیا یہ مریضِ آلِ عبا امام زین العابدین علیہ السلام اور ان مظلوم قیدی عورتیں اور بچوں کا جو اس مریض کے ساتھ تھے۔ ذکر نہیں ہے۔ نیز اس مریض کے ساتھ ایک گروہ کا ذکر ہے جو قتال کریں گے اور قتال کے بعد بھی اُن کو حکم ہوتا ہے کہ قرآن میں سے جتنا آسانی سے پڑھ سکو پڑھتے رہنا۔ اسی حکم کی تعمیل تھی جو قتال کے بعد سید الشہدا علیہ السلام کا سرِ مبارک نوکِ نیزہ پر بھی مصروفِ تلاوت رہا۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ قائم کرو۔ چنانچہ قیامت تک کے لئے قائم کر دی۔ پھر حکم تھا زکوٰۃ دو تو جانوں کی زکوٰۃ تو دے ہی چکے تھے۔ مال بھی تمام فوجِ یزید نے لوٹ لیا۔ اور اس طرح جان و مال دونوں کی زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ اس کے بعد بھی حکم ہوتا ہے کہ اللہ کو قرض حسنہ دو۔ تو اہلِ حرم کے پاس اب رکھا ہی کیا تھا۔ مخدراتِ عصمت و طہارت... نے سروں کی چادریں قرضِ حسنہ میں دے دیں۔ بچوں نے ہاتھوں کے کڑے کانوں کے گوشوارے کانوں کی لویں اور خون قرضِ حسنہ میں پیش کر دیا۔ اب جہاد فی اللہ ختم ہوتا ہے۔

نوٹ:۔ ناظرین جہاد فی اللہ کا مطالعہ کر چکے مگر بہت کم اذہان ایسے ہوں گے جن پر تمام مطالب ظاہر ہوئے ہوں۔ لہٰذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تمام مضامین کا لب لباب مختصراً لکھ دیا جائے۔

"جہاد فی اللہ" کا لبِ لباب

اسلام کے متعلق تو کسی شخص کے لئے اس کا امکان نہیں کہ اُس کی حقیقت سمجھ سکے۔ جب تک کہ اس کو بعثتِ رسول کے مقصد کا صحیح اور پورا علم حاصل نہ ہو۔ کلام اللہ میں جہاں بھی بعثت کا ذکر ہے اس کا مقصد یہی بتلایا گیا ہے کہ نفوس خلقت کا تزکیہ کرے اور اُن کو علم وحکمت سکھلائے۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ تزکیہ سے کیا مراد ہے۔ تو تزکیہ کے معنی ہیں پاک کرنا یعنی ہر قسم کی خرابی اور نجاست جو نفس میں ہو اُس کا دور کرنا اُس کا تزکیہ ہے۔ نفسِ انسان میں تمام برائیوں خرابیوں اور نجاستوں کی بنیاد اس کی غفلت ہے۔ جس کی خبر قرآن میں سورہ تکاثر میں دی گئی ہے۔ الھٰکم التکاثر حتی زرتم المقابر (تمہیں تو بڑھوتری کی چاہ یعنی ہوس نے ہی غفلت میں رکھا یہاں تک کہ تم قبروں سے ملے) اور حضور رسول مقبولؐ نے فرمایا ہے۔

الناس نیامٌ اذا ماتوا انتبھوا (لوگ سوئے ہوئے ہیں جب مر گئے تب جاگیں گے) اس کی غفلت اور سوئے ہوئے ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ ہر گفتگو کرنے والے کی تقریر کے ہر لفظ اور ہر کلمے کے واسطے یہ اپنی مدرکات کے خزانوں سے تصاویر یا کیفیات نکال کر لاتا ہے اور اُن سے ملا کر سمجھتا چلا جاتا ہے اور جسم کے اندر تمام افعال اضطراری [illegible] اُن کا فاعل بھی

بھی ہے۔ مگر خود اس کو اپنے ان تمام افعال و حرکات میں سے کسی ایک کی بھی خبر نہیں ہوتی۔ یہ ہے اس کی غفلت اور اس کے سوئے ہوئے ہونے کا ثبوت۔

جو بھی نقصانات اس کو دنیا کی زندگی میں پہنچتے ہیں۔ بیماریاں۔ جانی و مالی نقصانات۔ غلط تجویزیں۔ حادثات۔ اتفاقی و حادثاتی اموات غرضیکہ تمام آفات و مصائب کی علت اس کی غفلت اور سویا ہوا ہونا ہے اور خالق نے جو علم و حکمت کے خزانے اس کے اندر ودلیعت، فرمائے ہیں اُن سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ اور بالکل محروم ہی رہتا ہے۔ سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ وجود باری کا یقینِ قلبی اسے حاصل نہیں ہوتا۔ اور ایمان حقیقی یعنی ایمان بالقلب اس کو میسر نہیں آتا۔ جس کے باعث اُن منازل میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ جن کے لیئے یہ خلق کیا گیا ہے۔ باری تعالیٰ نے اِنّیِ جاعلٌ فی الارض خلیفہ کہہ کر بتلا دیا ہے کہ ہم نے انسان کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ زمین میں ہمارا خلیفہ ہو۔ ہماری صفات کا مظہر بنے اور ہماری نیابت میں تمام مخلوق پر تصرف کرے۔ جس کا وعدہ حدیث قدسی میں کیا گیا ہے۔ عبدی اطعنی اجعلک مثلی ... (میرے بندے میری اطاعت کر میں تجھے اپنے جیسا بنا لوں گا ...) مگر افسوس کہ اپنی بدنصیبی سے شیطان کا بندہ بنا رہتا ہے باری تعالیٰ کے بندگانِ مخلص جن کو معیت اللہ حاصل ہوتی ہے اُن کے مدارج اگر دیکھنے ہوں تو احادیث دیکھیں۔ اصولِ کافی میں اس مضمون کی دو احادیث ہیں جن کا مفہوم ایک ہی ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو عبد قرار دیا قبل اس کے کہ نبی بناتا۔

نبی قرار دیا قبل اس کے کہ رسول بناتا۔ اور رسول قرار دیا قبل اس کے کہ خلیل بناتا اور خلیل قرار دیا قبل اس کے کہ امام بناتا "

پس جب یہ تمام کمالات حضرت ابراہیمؑ کی ذات میں جمع ہو گئے تب ارشاد فرمایا "اب میں تجھ کو تمام لوگوں کا امام بناتا ہوں۔ پس جب اس منزلت کی عظمت جناب ابراہیمؑ پر ظاہر ہوئی تو بارگاہ رب العزت میں عرض کی کہ ربّا اور میری اولاد میں سے تو فرمایا کہ میرا یہ عہد ظالمین کو نہیں پہنچے گا۔ مطلب یہ کہ امامتِ مطلقہ کا عہد صرف ان ہی لوگوں کے لئے ہے جن میں ظلم کا ذرا سا شائبہ بھی نہ ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جس منزلِ امامت مطلقہ پر فائز ہوتے اور جس کے لئے اپنی ذریت میں جاری ہونے کی استدعا کی اُس کا سمجھنا عام لوگوں کے لئے ذرا مشکل ہے۔ امام کہتے ہیں اُس کو جو آگے ہونے والا ہو اور ماموم یا مقتدی وہ ہوتے ہیں جو اس کے پیچھے ہوں۔ تو خدا کے سامنے تمام لوگوں سے آگے ہونے والے جبکہ تمام لوگ اُن کے پیچھے ہوں حضرت ابراہیم ہیں یعنی وہ خدا کے اور تمام لوگوں کے درمیان واسطہ اور وسیلہ اور خدا تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔ جناب باری تعالیٰ تو بخشش کرنے والوں میں سب سے بڑا بخشش کرنے والا ہے وہ اکرم الاکرمین ہی نہیں بلکہ خالق کرم ہے۔ حضرت ابراہیم نے تو اپنی ذریت کے لئے امامتِ مطلقہ کی درخواست کی تھی رب العزت نے اس کے سوائے اس سے کہیں اعلیٰ منزلِ ولایتِ مطلقہ ذریتِ ابراہیم کے لئے مخصوص کر دی جو عبدیت کی منزلِ منتہا ہے ولایتِ مطلقہ پر فائز ہونے والے کا قول و فعل خدا ہی کا قول فعل ہوتا ہے۔ وہ خدا سے جدا نہیں ہوتا۔ بلکہ خدا ہی کی قدرت و قوت اُس میں عامل

ہوتی ہے۔ امام شافعیؒ بھی اس کی طرف اشارہ کر گئے ہیں۔

ما علیٌّ بشرٌ کیف بشر۔ ربہ فیہ تجلّی و ظہر

ذریتِ ابراہیم میں ولایت مطلقہ ودیت فرمانے کی خبر انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون ہ (سوائے اس کے نہیں کہ تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور صلوٰۃ قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں) میں دے دی ہے۔

ولی مطلق کی شان اور اس کی صفات عقل و فہم انسانی سے بلند تر ہیں۔ وہ تمام صفاتِ الٰہیہ کا مظہر اور ہر شے پر قادر ہوتا ہے۔ ہمارے لئے تو صاحبان معرفتِ کامل کی کیفیات اور صفاتِ نفسی کا سمجھنا ہی مشکل ہے۔ چہ جائیکہ امامتِ مطلقہ اور ولایتِ مطلقہ پر فائز ہونے والے کی کیفیات کا تصور کر سکیں۔ اچھا اس کے لئے کچھ علوم ظاہری سے بھی مدد لیتے چلیں۔ علم طبیعات میں یہ نظریہ تمام دنیا میں مسلم ہو چکا ہے کہ تمام یونیورس میں ہر مقام اور ہر جگہ پر تخلیقی نوری شعاعیں موجود ہیں۔ انہی شعاعوں کے منقسم ہونے سے برق پیدا ہوتی ہے۔ اب ذرا برق کے اثرات ایکسرے مشینوں میں دیکھیں کہ جب کسی شخص کو فوٹو لینے کے لئے سکرین پر کھڑا کیا جاتا ہے تو جتنی برقی قوت بڑھاتے جائیں اتنا ہی جسم شفاف و غیر مرئی ہوتا جاتا ہے۔ اور قوت بڑھائے جائیں تو تمام جسم غیر مرئی ہو جائے گا۔ پس جب برقی شعاعوں سے جسم انسانی غیر مرئی ہو جاتا ہے تو مورثِ برق نور جن اجسام میں عامل ہو گا اُن کا نظر آنا کیسے ممکن ہے۔ اصولِ کافی میں متعدد حدیثیں موجود ہیں کہ معصومین علیہم السلام نے فرمایا ہے "نورِ ایمان ہر مومن کے دل میں آفتاب

سے زیادہ روشن ہوتا ہے"۔ پس جس مومن صاحبِ معرفت کے قلب میں نورِ ایمان چمک رہا ہو اور اِن اللہ یحول بین المرءِ وقلبہ کا ثبوت دے رہا ہو اُس مومنِ کامل کے جسم کا نظر آنا محالِ عقلی ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر یہ لوگ نظر کس طرح آتے ہیں۔ تو ان کا نظر آنا اُن کے اپنے ارادے پر منحصر ہے۔ غیر مرئی جسم کا سایہ نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ مضیٔ کی شعاعیں اُس میں سے گزر جاتی ہیں۔ مگر جب غیر مرئی شخص شعاؤں کو لوٹانے کا ارادہ کرلے تو وہ نظر آنے لگے گا۔ اکثر لوگوں کو اس کا تجربہ ہوا ہے کہ ایک فقیر راہ میں یا کسی گھر کے دروازے پر کوئی خبر دیتا ہے۔ اُس کے منہ پھراتے ہی لوگ اُس سے بات کرنے کے لیئے دوڑتے ہیں مگر وہ نظر نہیں آتا۔ یہ کیا ہے۔ یہ محض قوتِ ارادی کا ایک کرشمہ ہے پس جب ایک صاحبِ معرفت کامل کا نظر آنا بغیر خود اُس کے ارادے کے ممکن نہیں تو امامتِ مطلقہ اور ولایتِ مطلقہ پر فائز ہونے والے جب تک وہ خود ہی اپنے دکھانے کا ارادہ نہ کریں کیسے نظر آسکتے ہیں۔

پھر نور مادے کا محتاج نہیں۔ لہٰذا حاملِ نور کو جس کے قلب میں نور چمک رہا ہو مادی غذا یا پانی۔ آب و ہوا کی احتیاج نہیں ہوسکتی۔ نہ اس کو سونے کی حاجت نہ جاگنے کی اور جو حوائج عام انسانوں کو لاحق ہوتے ہیں اُن سب سے وہ منزہ ہوتا ہے۔ اُس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیئے نہ حرکت کی ضرورت ہے نہ سواری کی۔

مندرجہ بالا حالات میں ولی ہو یا امام انسانوں کی ہدایت نہیں کرسکتا۔ ہدایتِ خلق کے لیئے ضروری ہے کہ عوام الناس پر جیسی کیفیات طاری ہوتی رہتی ہیں ویسی ہی کیفیات اپنے اوپر طاری کرکے دکھاتا رہے۔ صرف اسی طرح انسانوں کی ہدایت

کریں گا۔ اسی لیے حکم ہوا۔ قُل اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ (کہہ دو کہ میں بھی تمہیں جیسا بشر ہوں۔) لہٰذا ہر ہادی پر لازم ہے کہ ہدایت خلق کے لیے اُن ہی کی طرح بشر بن کر رہے۔

اب واضح ہو جاتا ہے کہ انسانِ کامل کی زندگی کا پیدائش سے لے کر وفات تک حرکت و سکون اور ہر قول و فعل تقیہ یا مکر ہے۔ اور روایات و تواریخ و احادیث تمام ظاہر سے تعلق رکھتی ہیں۔ لہٰذا جس مذہب کی بنیاد روایات پر ہو حقیقت سے اس کو دور کا تعلق بھی نہیں ہو سکتا۔ اُس مذہب سے کسی پر حقیقت روشن نہیں ہو سکتی۔

یہ امر تو ناظرین پر بیانات مذکورہ سے واضح ہو چکا کہ حضرت خلیلؑ و اسمٰعیلؑ کی دعاؤں کے مطابق اُن کی ذریت میں اللہ نے ویسے ہی صاحبانِ ایمانِ کامل پیدا کیے اور انھیں میں سے ایک کو حسبِ استدعا رسول مقرر کیا۔ اور ہدایت خلق پر سرفراز فرمایا تاکہ انسانوں میں سے جو اہل ہوں اُن کے نفسوں کا تزکیہ کر کے صفات الٰہیہ کے حامل مثل اللہ انسان پیدا کریں۔

یہ امر بھی واضح ہو چکا کہ نفس انسان غفلت اور لاشعوری میں غرق اور بالکل غافل سویا ہوا ہے۔ اس کو جگانے کے لیے اذیتِ روحانی کی ضرورت ہے تاکہ دلوں میں درد پیدا ہو۔ اور ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپیں۔ جس سے غفلت دور ہو۔ اور عالم نور کا ادراک ہو جائے اسی لیے سورہ کوثر میں رسول کو حکم ہوتا ہے کہ تم کو ہم نے کثرت نسل اس لیے عطا کی ہے کہ قربانیاں دیتے رہو۔ ایسی قربانی کے لیے جس کا دیکھنا ہی نہیں بلکہ ذکر سننا بھی فطرتاً نیک نفس انسان کے دل کو ماہیٔ بے آب کی طرح

تڑپا دے۔ ضرورت ہے کہ ایک عظیم ہنگامہ درد برپا کر کے انتہائی مظلومیت کا مظاہرہ کیا جائے۔ پھر مظلوم بننے کے لئے ظالم و جابر شقی القلب افواج اور صاحبانِ حکومت کا موجود ہونا بھی ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ ظلم و عدوان کا ذریعہ بننے والے یہود و نصاریٰ۔ کفار و مشرکین یعنی اغیار بھی نہ ہوں ورنہ وہ ہمیشہ طعنہ زنی کرتے رہیں گے۔ کہ ہم نے تمہارے پیشواؤں کو قتل کر ڈالا لہٰذا ضروری ہے کہ وہ غیر مسلم نہ ہوں۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ یہ مظلومیت کا مظاہرہ ہنگامہ درد ایک وسیع مملکت کے درمیان واقع ہو۔ تاکہ آباد دنیا کے ایک بڑے حصے کے رہنے والے اُس سے متاثر ہو سکیں۔ لہٰذا پہلی ضرورت یہ ہے کہ سلطنتِ اسلامی کی توسیع کی جائے جو رسول و آلِ رسول علیہم السلام کے ذریعہ سے ہونا ممکن نہیں۔ اس لئے کہ رسول اور ان کے اہلِ بیت تو اہلِ عالم کو اپنی محبت کی طرف بلاتے ہیں۔ اور فطرت کا قانون یہ ہے کہ مفتوح قوم فاتحین سے محبت نہیں کر سکتی۔ دوسرا امر یہ ہے کہ عرب بڑے سخت کینہ ہوتے ہیں۔ اور غزواتِ اسلامی میں کفار و مشرکین کے مشاہیر قتل ہو چکے ہیں۔ ظاہر ہے مقتولین کے قبائل آلِ رسول کے ساتھ مل کر عمل نہیں کر سکتے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ فتوحاتِ ملکی کے لئے ایک تنظیمِ عسکری یا حکومت قائم کی جائے جس کے سربراہ ایسے اشخاص بنائے جائیں جن کے ہاتھ سے کسی کو زخم نہ لگا ہو۔ اور تنظیمِ عسکری کے انقدام و انصرام کی اہلیت بھی رکھتے ہوں تو توسیع مملکت کے بعد یہی حکومت بغض و عداوت رکھنے والے گروہ تک پہنچا دی جائے۔ اور اسی کو مظلومیت کے مظاہرے کا ذریعہ اور واسطہ قرار دیا جائے۔

توسیع سلطنت اسلامی کی سربراہی کے لئے تو رسول و آلِ رسول علیہم السلام نے ایسے اشخاص منتخب کر رکھے تھے جن میں وہ اوصاف موجود تھے جن کی تنظیم کی سربراہی

کے لئے ضرورت تھی اور انہی افراد سے قرابتیں کر کے اُنکو تقرب ظاہری سے سرفراز فرماتے رہے۔ توسیع مملکت کے بعد حکومتِ مادی کی سربراہی کا سوال تھا۔ تو اس کے لئے بنی ہاشم کے قدیم دشمن بنی اُمیہ ہی مناسب تھے۔ اس قبیلے کی سربراہی ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی جو سات آٹھ سال مسلسل رسولؐ اور اسلام کے مٹانے کی ناکام کوششیں کرتا رہا۔ اور اس دوران میں اُن کے قریب ترین محبوب اعزّا اور قرابتدار رسول کے اعزا کے ہاتھوں قتل ہوئے جس کے باعث آتشِ انتقام نے عداوت کے شعلے کو اور بھی بھڑکا دیا تھا پھر رسول کریمؐ اپنی زندگی ہی میں ایسے بیانات دیتے رہے جن سے بنی اُمیہ کے قلوب میں حصولِ حکومت کے لئے شوق اور حرص۔ پیدا ہو۔ مثلاً بتکرار ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ بنی امیہ میرے منبر کے وارث ہو جائیں گے۔ اس کے لئے ایسے ذرائع اور اسباب مہیا کئے جاتے رہے جن سے بنی امیہ تک حکومت کا پہنچنا ممکن ہو جائے۔ امیرالمومنین علیہ السلام اور امام حسن علیہ السلام ظاہراً تو بنی اُمیہ کی مخالفت کرتے رہے مگر باطناً ایسے مواقع مہیا کرتے رہے جن سے ظاہر ہوتا رہے کہ اُن کی مجبوری و لاچاری اور اُن کے لشکروں کی بے وفائی کے باعث بنی اُمیہ کو غلبہ حاصل ہو گیا اور وہ سلطنت اسلامی کے وارث ہو گئے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مشیت خدا کے مطابق ایک ہزار مہینے بنی امیہ کی حکومت کے مقدر کئے گئے تھے جس کی خبر سورۂ قدر میں لَیلَۃُ القَدرِ خَیرٌ مِن الفِ شَہرٍ میں دے دی گئی ہے غرض کہ بنی اُمیہ کو امام حسن علیہ السلام نے حکومت بخش دی۔ اب وہ مناسب وقت آ گیا جب عظیم ہنگامہ درد برپا کر کے انتہائی مظلومیت کا مظاہرا اہلِ عالم کے سامنے پیش کر دیا جاتے اور وہ زمینِ عراق بر میدانِ کربلا میں پیش کر دیا گیا

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون

اللّٰھم صلّ علیٰ محمدٍ وآلِ محمدٍ وبارک علیٰ محمدٍ و
آلِ محمدٍ وارحم محمدٍ وآلِ محمدٍ کافضل ماصلیت
وبارکت وترحمت علیٰ ابراھیم وآلِ ابراھیم انک
حمیدٌ مجید

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وظائف الطالب

ایک روز ایک تنا سا مجھ سے کہنے لگا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ اعلان کیا تھا کہ تم لا الٰہ الا اللہ کہہ تو لو قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی چابیاں تمہارے ہاتھوں میں ہوں گی۔ میں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا تو اس نے کہا کہ اگر یہی مضمون کلام اللہ میں مل جائے تب تو اس کو مان لو گے یا نہیں۔ میں نے کہا ہاں اس وقت تو ماننا ہی پڑے گا۔ تو اس نے یہ آیات تلاوت کیں۔

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

کیا تم اب بھی اسلام لاؤ گے (یا نہیں) جو بھی حیاتِ دنیا اور اس کی زینت کا طلبگار ہوگا۔ ہم اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ اسی میں (دنیا میں) دے دیں گے۔ یہ وہی لوگ ہوں گے جن کے لئے آخرت میں سوائے جہنم کی آگ کے کچھ نہیں۔ اور جو کچھ اس دنیا

میں انھوں نے کیا اُسے مٹا دیا جائے گا اور جو اعمال انھیں نے کیے اُنھیں باطل قرار دیا جائے گا۔

میں نے کہا سچ بتانا کہ یہ آیات اس حدیث کی تائید میں تم نے خود تلاش کیں یا کسی دوسرے شخص نے بتائی ہیں۔ اُس نے کہا کہ میں نے نہیں تلاش کی ہیں بلکہ ایک روز ایک کباڑیئے کی دوکان پر ردی کی کتابوں کے ڈھیر میں سے کوئی کام کی چیز تلاش کرتے ہوئے ایک فارسی کی کتاب جس پر "وظائف الطالب" لکھا ہوا تھا۔ ملی۔ کتاب قلمی تھی۔ بہت سے صفحے پانی میں بھیگنے کی وجہ سے خراب ہو چکے تھے۔ اس کے ایک صفحہ پر مذکورہ بالا آیات درج تھیں۔ اور نیچے فارسی میں لکھا تھا کہ ان آیات میں سے مالِ دنیا کا حریص طالب اگر دوسری آیت من کان ..... کا بعد نماز جمعہ ورد کرتا رہے گا تو چالیس دنوں کے بعد اُس کا فائدہ دیکھ لے گا۔

میں نے اشتیاق ظاہر کیا کہ بھائی وہ مجھے بھی دکھلا دو۔ کہنے لگے دکھلا نا کیا معنی اگر آپ یہ عہد کریں کہ جب بھی موقع ہوگا اس کتاب کے مالقرا، حصے کو طبع کرا دیں گے تو میں وہ کتاب آپ کے حوالے کردوں گا۔ چنانچہ اُسی ہفتہ میں وہ بوسیدہ کتاب میرے حوالے کردی اب اس کتاب میں سے جو کچھ پڑھا جاسکتا ہے ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔

شرِ شیطان سے محفوظ رہنے کے طالب کو چاہیئے کہ ہر شب جمعہ تین مرتبہ پڑھے۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝	تین اور زیتون کی قسم وطور سینین کی
وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا	اور اس امن والے شہر کی ہم نے

...انسان فی احسن تقویم ۝ ثم رددنٰہ اسفل سافلین ۝ الا الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت فلھم اجر غیر ممنون ۝

انسان کو بہترین ہیئت میں خلق کیا۔ پھر پھیر دیا اس کو پست ترین حالت پر سوائے اُن کے جو ایمان لائے اور عمل صالح بجا لائے۔ اُن کا اجر بے انتہا ہے

ظالم اور جابر حاکم اور بدیانت اور بد باطن پڑوسیوں کے شر سے بچنے کے لئے طالب کو چاہئے کہ آیات مندرجہ ذیل بعد نماز جمعہ تلاوت کیا کرے۔

فما یکذبک بعد بالدین ۝ الیس اللہ باحکم الحاکمین ۝

پس کیا ہے کہ جھٹلائے گا تجھ کو بعد میں دین کے معاملے میں کیا اللہ سب سے بڑا حاکم نہیں ہے۔

ارءیت الذی یکذب بالدین ۝ فذٰلک الذی یدع الیتیم ۝ ولا یحض علی طعام المسکین ۝ فویل للمصلین ۝ الذین ھم عن صلاتھم ساھون ۝ الذین ھم یراءون ۝ ویمنعون الماعون ۝

کیا تو دیکھتا ہے اُس کو جو جھٹلائیگا دین کو وہی تو ہے جو یتیم خاص کو دھکے دے گا۔ اور مسکینوں کو کھلانے کے لئے آمادہ نہیں ہوتا پس ویل ہے نمازیوں کے لئے جو صلوٰۃ (حقیقی) سے غافل ہیں۔ جو (صرف) دکھانے کے واسطے کرتے ہیں اور مانگی ہوئی چیز نہ دیں گے۔

جو شخص کسی دوست نما دشمن کے شر سے بچنے کا طالب ہو تو شب جمعہ میں آیات

مندرجہ ذیل تین مرتبہ تلاوت کرکے ایک مرتبہ سورہ فلق پڑھ کر دعا کرے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

اور لوگوں میں سے ایسا بھی ہے کہ اس کا قول دنیوی زندگی میں تجھے اچھا لگتا ہے اور وہ اپنی دلی محبت پر خدا کو گواہ مقرر کرتا ہے حالانکہ وہ بدترین دشمن ہے اور جب وہ حاکم بنا دیا جائے گا تو کوشش کریگا زمین میں فساد کی اور کھیتی (زرعی جائیداد) اور نسل ہلاک کرنے کی اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر تو اُسے غرور گناہ پر ابھارتا ہے۔ پس اس کے لئے جہنم کافی ہے جو بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔ اور لوگوں میں سے ایسا بھی ہے جس نے اپنا نفس بیچ دیا ہے۔ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا شفقت کرنے والا ہے۔

جو شخص اس کا طالب ہو کہ اپنے شریر ملازمین یا غلاموں کی ایذا رسانی سے محفوظ ہے اُس کو چاہیئے کہ بعد نماز مغرب تین مرتبہ یہ پڑھ لیا کرے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا

اور اللہ مثال بیان کرتا ہے ایک

يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ۭ هَلْ يَسْتَوٗنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

غلام کی نہیں قدرت رکھتا کسی شے پر اور جس کو ہم نے اپنے پاس سے رزق دیا رزق حسنہ پس وہ خرچ کرتا ہے اس کو چھپا کر اور ظاہر کیا وہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ سب تعریف اللہ کے لئے ہے۔ پر بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ اور اللہ مثال بیان کرتا ہے دو آدمیوں کی۔ ان میں سے ایک گونگا ہے۔ کسی شے پر قدرت نہیں رکھتا اور وہ اپنے مالک پر بار ہے۔ جہاں بھی اس کو بھیجتا ہے کوئی بھلائی کر کے نہیں لاتا۔ کیا وہ اس (دوسرے) کے برابر ہو سکتا ہے جو انصاف کا حکم دیتا ہے۔ اور صراط مستقیم پر ہے۔

جس شخص کے کئی افراد ایسے دشمن ہوں کہ اس کو شہر میں بدنام کرنے کا پراپیگنڈا کر رہے ہوں اس کو چاہیے کہ روزانہ بعد نماز مغرب یہ آیات تلاوت کرے۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ

قسم ہے قلم اور دوات کی اور جو لکھیں گے۔ نہیں تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ اور بیشک ترے لئے بے انتہا اجر ہے۔ اور تو تو خلق عظیم پر ہے۔

بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝

پس جلد ہی تو بھی دیکھ لے گا اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون فاترالعقل ہے۔ بیشک تیرا رب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا۔ اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو۔ پس نہ کہنا مان جھٹلانے والوں کا اور وہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح تو ڈھیلا ہو جائے تاکہ وہ بھی ڈھیلے ہو جائیں۔

اور اگر کوئی ایک فرد چغلخور۔ قبیح۔ بدنام اور گلیارا اس کو بدنام کرنے پر تلا ہوا ہو تو مندرجہ ذیل آیات کی روزانہ نماز عشاء کے بعد گیارہ مرتبہ تلاوت کرے۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيْمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۝

اور نہ کہا مان کسی قسمیں کھانے والے ذلیل کا طعنے دیتا اور چغلی کھاتا پھرتا ہے۔ بھلے کام سے روکنے والا حد سے تجاوز کرنے والا گنہگار اجڈ اور اس کے بعد ولدالزنا۔ رکھتا ہے مال اور بیٹے۔ جب ہماری آیات اس پر تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتا ہے گزرے ہوئے لوگوں کے قصے کہانیاں... ہم داغ دیں گے اس کو ناک پر۔

جس شخص کو عیار و مکار ظالم و جابر حکام کے شر سے محفوظ رہنے کی طلب ہو۔ اس کو چاہئے کہ سورہ محمد کے تیسرے رکوع سے یہ آیات روزانہ بعد نماز عشاء سات

مرتبہ تلاوت کر لیا کرے ۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ ۖ فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ ۙ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَأَوْلَىٰ لَهُمْ ۝ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ ۚ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۝ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۝

اور وہ جو ایمان لائے کہتے ہیں کیوں نہیں کوئی سورت نازل ہوتی اور جب نازل ہوتی ہے محکم سورت اور اس میں قتال کا ذکر ہو تو دیکھتا ہے ان کو جن کے دلوں میں روگ ہے ۔ تکتے ہیں تیری طرف جیسے تکتا ہے کوئی بیہوش پڑا ہوا مرنے کے وقت بھاری ہے ان پر طاعت اور بھلی بات۔ پس جب کسی کام کا عزم ہو گیا تو اگر سچے رہیں اللہ سے تو ان کا بھلا ہے۔ پس کیا وہ وقت قریب نہیں جب تم حاکم بنا دیئے جاؤ گے تو فساد کرو گے زمین میں اور قطع رحم کرو گے۔ ایسے لوگ وہی ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی پس ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں اندھی کر دیں۔ کیا وہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں ۔

ایک شخص جو ایسے دشمنوں میں گھرا ہوا ہو جو بڑی خیر خواہی اور دوستی جتلانے والے ہوں اس کو چاہیئے کہ مندرجہ ذیل آیات بعد نمازِ جمعہ سات مرتبہ

تلاوت کرے۔

إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ ۖ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ۝ فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ۝

بیشک وہ لوگ جو الٹے پھر گئے اپنی پیٹھ پر بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکی اُن پر ہدایت شیطان نے ان کے لئے خوشنما بنائی (دنیا) اور اُن کی امید دل کو لمبا کیا۔ یہ اس لئے کہ اُنھوں نے کہا اُن سے جو بیزار ہیں اُس سے جو اللہ نے نازل کیا کہ بعض امور میں تو تمہاری ہی اطاعت کرتے ہیں اور کریں گے۔ اور اللہ اُن کے راز جانتا ہے۔ پس کیا حال ہوگا جب فرشتے اُن کی جان نکالیں گے ضربیں لگائیں گے اُن کے منہ پر اور پیٹھ پر۔

جس شخص کو دنیا کے شر و فساد سے بچنے اور ایمان سلامت رکھنے کی طلب ہو۔ اس کو چاہئے کہ روزانہ سونے سے پہلے یہ آیت تلاوت کرے۔

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ ۚ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا ۝

اور نہیں قرار دیا ہم نے اُس خواب کو جو تجھے دکھلائی مگر لوگوں کے ایمان کی جانچ اور قرآن میں لعنت کیا ہوا خاندان اور ہم اُن کو ڈراتے ہیں تو اُن کی سرکشی میں بہت زیادتی ہوتی ہے۔

جو شخص مشاہدات کا طالب ہو اُس کو چاہیے کہ سورہ قدر گیارہ مرتبہ مع درود گیارہ مرتبہ اوّل اور گیارہ مرتبہ اخر تلاوت کر کے سویا کرے۔

جس کو حبِ صادق کی تلاش ہو وہ نماز فجر کے بعد یہ آیت سات مرتبہ پڑھے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ وَ اَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِیْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ○

اگر تم اُس (رسول) کی مدد نہیں کرتے تو اس کی مدد اللہ نے کی جب نکالا اس کو کافروں نے تو دو میں سے دوسرا جب وہ دونوں غار میں تھے کہتا تھا۔ اپنے ساتھی سے تو غم نہ کر بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پس اللہ نے اتاری اپنی طرف سے تسکین اُس پر اور مدد کی اس کی لشکروں سے جنھیں تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کی بات نیچی کر ڈالی۔ اور اللہ کی بات ہمیشہ بلند ہے اور اللہ زبردست ہے حکمت والا

جس شخص کو محبانِ صادق کی طلب ہو وہ مندرجہ ذیل آیات بعد نمازِ فجر تین مرتبہ تلاوت کر لیا کرے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ

محمد اللہ کے رسول اور وہ جو اُن کی معیت میں ہیں شدید ہیں کفار پر نرم دل

بَیْنَھُمْ تَرٰاھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ط

آپس میں تو دیکھتا ہے اُن کو رکوع میں اور سجدہ میں اللہ کا فضل تلاش کرتے اور اس کی خوشنودی نشانی ان کی اُن کے چہروں پر سجدوں کے نشان

جو کچھ اس کتاب میں سے پڑھا جا سکتا تھا۔ ہدیہ ناظرین کرکے اپنا عہد پورا کر رہا ہوں۔ اس کے علاوہ کتاب میں سب کچھ تقریباً مٹ چکا ہے۔ لہٰذا ختم کرتا ہوں۔

مطبوعات حزب الطالبین

(جملہ حقوق برائے ادارہ محفوظ ہیں)

مصنف آدیم نقوی (مرحوم)

تصنیف (۱) "جاہلیت کی موت"

(۲) "جہاد فی اللہ"

(۳) "ہل من ناصر"

(۴) "خون ناحق"

(۵) "مجالس الصادقین"

(۶) "راہِ ارم"

(۷) "مشعلِ نور"

(۸) "محسنِ عالم"

(۹) "مدح اولیاء"

(۱۰) "اہل البیت"

مصنف: ابو الفارق واسطی (مرحوم)

(۱۱) "جامع الانوار"

(۱۲) "انوار الایقان"

(۱۳) "تعلیم الاسلام برائے اطفال و مبتدیان"